ڈاکٹر نعیم احمد ناصر سیکرٹری اردو انسائیکلوپیڈیا
آف اسلام پنجاب یونیورسٹی لاہور

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ

معجزہ کے لغوی معنی ایسے امر کے ہیں جسے انسان سرانجام دینے سے قاصر ہو، اور اصطلاحاً ایسے غیر معمولی مافوق الفطرت امر کو معجزہ کہتے ہیں جو انبیاء کرام سے ظہور پذیر ہو اور جس کے کرنے سے عام انسان عاجز ہو۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو قریب قریب ہر نبی سے کسی نہ کسی معجزے کا ظہور ہوا ہے، جو اس کی نبوت کے لیے برہان قاطع تھا۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معجزات کا ظہور ہوا ہے، جس کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ لیکن یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ آپؐ کی ساری زندگی ہی ایک زندۂ جاوید معجزہ تھی۔ بہرکیف سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ کیا تھا؟ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے ۲۳ برس کے اندر سرزمین عرب میں ایک ایسا حسین و ہمہ گیر انقلاب پیدا کیا، جو ہر لحاظ سے فقید المثال ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں مبعوث ہوئے وہ تاریخ کا سب سے قبیح و تاریک دور تھا۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں اس وقت بحر و بر میں تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے۔ اس دور میں علم و حکمت کے چراغ گل ہو چکے تھے، الہامی تعلیمات مسخ و محرف بلکہ فراموش ہو چکی تھیں۔ عدل و انصاف کی جگہ ظلم و ستم نے لے لی تھی، شرک، بت پرستی، جہالت و اوہام پرستی کا دور دورہ تھا۔ انسان ظالم و جاہل ہو گیا تھا اور مظلوموں اور کمزوروں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ غلامی کے مدارج نے انسان کو ذلت و نکبت کے تحت الثریٰ میں گرا دیا تھا۔ اولادِ آدم طمانیتِ قلب اور روحانی

مسرتوں سے ناآشنا ہو چکی تھی اور اس کا دل خوف و حزن کی اذیتوں میں مبتلا تھا۔ انسانیت مرگ مسلسل کے عالم میں تھی اور اسے اس بات کا شعور ہی نہ تھا کہ زندگی کی حقیقی قدریں کیا ہیں اور حیات انسانی کا مقصود حقیقی کیا ہے ؟ عالم انسانی کی یہ صورتِ حال تھی کہ ربّ رحیم نے انسان کی نجات اور اسے زندگی کی حسین راہ دکھانے کے لیے نبیِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

چاند کے دو ٹکڑے کر دینا، معراج میں سیر سماوی کرنا، کنکریوں سے کلمہ پڑھوانا اور ان سے دشمن کے لشکر کو تہس نہس کرنا، سب درست اور محیر العقول ہے لیکن جمادات کی تسخیر اور قلوبِ انسانی کی تسخیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ انسانی دل جو حضرت نوح علیہ السلام سے سینکڑوں برس کی وعظ و نصیحت سے بھی مسخر نہ ہو سکے، وہ قلوب جن کی تسخیر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے شعلوں میں بیٹھنا اور فرزند دلبند کی گردن پر چھری چلانا پڑی، وہ قلوب جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی عمر بھر کوششوں کے باوجود سرکش ہی رہے۔ ان دلوں کی قلبِ ماہیت کر کے انہیں حلقہ بگوش بنا لینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی نظیر تاریخِ عالم پیش نہیں کر سکتی۔

حیوان کو سدھانا تو آسان ہے لیکن انسان کو سدھانا بہت مشکل ہے چنانچہ صدیوں کے بت پرست گمراہ، جاہل اور ظالم لوگوں کو انسان اور انسانوں کو مثالی انسان بنانا اگر عظیم ترین معجزہ ہے اور یقیناً ہے تو پھر یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے عرب کے حیران و ما صحرا نشینوں کو انسان ہی نہیں، مثالی انسان بنا دیا، جسے قرآن حکیم "مومن" کی اصطلاح سے تعبیر کرتا ہے۔ خیلوں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے صحرائی لوگ پندرہ بیس برس کے اندر اندر ایک ایسی عظیم الشان ملت بن گئے جس کی نظیر تاریخِ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے۔ جہالت، بت پرستی، شرک، اوہام پرستی کے دلدادہ صحرانشین قبائل کو، جو ہمیشہ آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے، توحید پرست قوم بنا دیا، ان کو علم و حکمت سکھا کر زمانے بھر میں معزز و محترم بنا دیا اور وہ بھی گنتی کے چند سال میں، یہ ایک ایسا زندۂ جاوید معجزہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ نفسیاتِ انسانی کا تاریخی مطالعہ اس امر پر شاہد ہے کہ افراد ہوں یا اقوام، ان کے دینی نظریات و معتقدات کو بدلنا ازبس مشکل کام ہے، خصوصاً جاہل اور غیر مہذب افراد اور اقوام کی قلبِ ماہیت کرنا تو امرِ محال ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو یہ اعجاز ہو گا اور چونکہ ایسا ہوا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی کوششوں سے ایسا ہوا۔ اس لیے یہ کہنا حقیقت کا اظہار

ہو گا کہ یہ انقلاب آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اور اسی بنا پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کا لقب دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرے میں پرورش پائی وہ فسق و فجور اور شرک و بت پرستی میں مبتلا تھا۔ نورِ ایمانی سے محروم، یہ معاشرہ گناہوں کی تاریکی میں اپنی راہ و منزل بھول چکا تھا۔ وہ معصیت کے اضطراب میں مبتلا تھا، اسے طمانیتِ دل کی طلب و آرزو تھی، لیکن اسے خبر نہ تھی کہ یہ طمانیت اسے کیسے میسر آسکتی ہے۔ بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاشرے میں پرورش پائی لیکن آپ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی سیرت کا کوئی گوشہ اس معاشرے کے برے اثرات سے متاثر نہ ہوا۔ آپ معاشرے کی ہر خرابی سے دور رہے۔ تاریخ آپ کی حق گوئی، حق پرستی، راست روی، عدل پسندی اور حسن عمل پر شاہد ہے۔ آپ کے دل میں مظلوم و مقہور انسانیت کا درد تھا۔ آپ سے معاشرے کی یہ قبیح و عبرتناک حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ اس معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے تھے اور گمراہ انسان کو اس کی حقیقی راہ و منزل دکھانا چاہتے تھے۔ آپ اولادِ آدم کے دکھوں کا مداوا کرنے کے خواہش مند تھے اور انسان کو اس کا وہ بلند مقام عطا کرنا چاہتے تھے جس سے وہ گر چکا تھا۔ آپ چالیس برس کی عمر تک یہ سوچتے رہے اور غم انسانیت میں مبتلا رہے۔ آپ کبھی غاروں میں جا کر مخلوقِ خدا کے دکھوں کا علاج سوچتے اور کبھی حرم پاک میں معتکف ہو کر غور و فکر کرتے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ کی طلب و آرزو کو پورا کرنے کے لیے آپ کو باقاعدہ نبوت عطا کی اور آپ پر وحی ہونے لگی اور آپ کو افرادِ نسلِ انسانی کی اصلاح کے لیے مامور کیا گیا۔

آپ چالیس برس کے تھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو توحید کا پیغام دیا۔ توحید ہی ایک ایسا نسخہ ہے جس کے ذریعے انسان غیر اللہ کی غلامی سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ توحید ہی وہ آبِ حیات ہے جس سے قلوب انسانی زندہ و بیدار ہوتے اور طمانیت و مسرت کی لذت سے آشنا ہوتے ہیں۔ توحید ہی وہ زینہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنا حقیقی مقام حاصل کر سکتا ہے۔ جو قربِ الٰہی کا مقام ہے اور یہی فطرتِ انسانی کا مقصود ہے۔ توحید کا یہ پیغام اہل عرب کے لیے پیام رستاخیز تھا۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے ناآشنا ہو چکے تھے کہ ایک اللہ کی بلا واسطہ عبادت ہی اصل ایمان ہے۔ وہ شرک و فجور کی تاریکیوں میں رہنے والے تھے، نورِ توحید کی تابانیوں کی تاب کیسے لا سکتے تھے۔ وہ جاہل و بے بصر تھے علم و حکمت کی روشنی کے حریف کیسے ہو سکتے تھے۔ وہ روشنی کو دیکھ کر بدک گئے۔ جیسے درندے اور جرائم پیشہ

لوگ بدک جایا کرتے ہیں۔ انہوں نے اس روشنی کو بجھانا چاہا، کیونکہ جہالت کا یہ خاصہ ہے۔ لیکن ان کی ہر کوشش اور تدبیر اکارت گئی۔ باطل حق کو شکست نہ دے سکا اور ظلمت نور پہ غالب نہ آسکی۔ آپ نے ہر مخالفت کا مقابلہ کیا اور راہِ حق میں ہر مصیبت کو برداشت کیا۔ اہلِ عرب نے ہر طریقے سے آپ کی زبان بند کرنا چاہی لیکن ایسا نہ کر سکے۔ آپ برابر لوگوں کو توحید کا درس دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ کو اپنے وطنِ مالوف سے ہجرت کرنا پڑی۔ یہ ہجرت جو بظاہر مشرکوں کی فتح تھی حقیقت میں حق کے لیے فتح کا سبب تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ توحید اثر لانے لگا، اہلِ مدینہ مسلمان ہونے لگے، کفر و شرک کے بادل چھٹنے لگے۔ یہ دیکھ کر کفارِ مکہ نے نورِ توحید کو بجھانے کے لیے بھرپور حملوں کا آغاز کیا۔ حق و باطل میں خونریز جنگیں ہوئیں اور آخر کار باطل نے شکست کھائی۔ فتح مکہ کے ساتھ کفارِ مکہ کی قوت کا طلسم پاش پاش ہو گیا۔ جزیرہ عرب کی فضا دیکھتے دیکھتے توحید کے نور سے جگمگا اٹھی، معاشرہ حسین بن گیا۔ ظالم و جاہل قبائل میں اسلام پھیلا تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ اخوت و مساوات کا رنگ چھانے لگا۔ اب انسان کی گردن جھکتی تھی تو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ اب انسان کا صرف ایک حاکم تھا، ایک معبود تھا، ایک مقصود تھا اور وہ تھا ربِ رحیم۔ اہلِ ایمان کی زندگی حسین ہوئی اور انہیں اپنا مقام ہاتھ آیا تو وہ تمام اولادِ آدم کے دلوں کو نورِ توحید سے منور کرنے کے لیے اطرافِ عالم میں پھیل گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ ناکام نہ رہے۔ ان کی کوششوں سے نورِ توحید سے دنیا کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا۔

یہ انقلاب محض ذہنی انقلاب تھا۔ یہ ہمہ گیر انقلاب تھا جسے میں اس کی معنویت کی بنا پر "جمالیاتی نفسیاتی" انقلاب کہا کرتا ہوں۔ اس انقلاب نے نوعِ انسانی کی کایا پلٹ دی۔ ظالم عادل اور جاہل عالم بن گئے۔ صدیوں کے محکوم دنیا کے حاکم بن گئے۔ غیر مہذب ایسے تہذیب یافتہ ہوئے کہ دنیا میں مثال بن گئے۔ مشرک و صنم پرست مُوَحِّد بن گئے۔ عصبیت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ اخوت و مساوات نے لے لی۔ انسان، انسان کا غمگسار بن گیا۔ محبت شعارِ زندگی بن گئی اور اوہام پرست انسان عقل و دانش کی روشنی میں زندگی گزارنے لگا۔ انہوں نے سود کو خیرباد کہا، شراب سے منہ موڑ لیا، جوا، زناکاری سے توبہ کرلی۔ غیبت، بہتان تراشی وغیرہ ہر برائی سے انہوں نے اپنے دامنِ زندگی کو صاف کر لیا۔ اب ان کی جمالیاتی حس زندہ و بیدار ہو چکی تھی۔ ان میں حسن و قبح میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی تھی۔ اب وہ صحیح معنوں میں پاکیزہ و مطہر ہو گئے تھے۔ وہ صاف ستھرے رہتے، نہاتے دھوتے، کم از کم پانچ وقت منہ ہاتھ منہ

ضرور دھوتے اور مسواک کرتے۔ وہ بات کرتے تو حسین و پاکیزہ اور وعدہ کرتے تو نبھاتے۔ وہ سودا کرتے تو پورا تولتے۔ پورا ناپتے۔ وہ زندگی کی اعلیٰ اقدار پر غور و فکر کرتے رہتے۔ وہ مال و دولت کو اللہ کی امانت، سمجھتے اور اس میں غریبوں اور مستحقین کا حق تسلیم کرتے۔ زکوٰۃ خیرات اور صدقات کو وہ فرض سمجھتے اور اس فرض کو برضا و رغبت پورا کرتے۔

اب انہیں مسرت ملتی تھی تو نماز میں، اب ولذت و سرور حاصل کرتے تھے تو روزے رکھ کر۔ اب انہیں حج کا انتظار رہتا کہ وہ سب اکٹھے ہو کر خدا کے حضور میں اکٹھے ہوں اور لبیک لبیک کے نعروں سے اپنی عبودیت کا اظہار کریں اور عبودیت کے اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں اللہ اور بندے کا فاصلہ ایک "کمان" سے بھی کم ہوتا ہے۔ ان کی زندگی اب اپنی زندگی نہ تھی، خدا کی زندگی تھی اور وہ اس کی راہ میں قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے اور جس خوش قسمت مومن کو اللہ کی راہ میں جان دینے کی سعادت حاصل ہوتی۔ اس کا شہید جسم زبان حال سے پکار پکار کر کہتا۔

جاں دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

اس فقید المثال جمالیاتی۔ نفسیاتی انقلاب کے دو بنیادی اسباب تھے:

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم
- قرآنی تعلیمات

خلقِ عظیم۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واشگاف الفاظ میں آپ کو حامل خلق عظیم کہا ہے اور ساتھ ہی اس حقیقت کو منکشف کر دیا ہے کہ یہ آپ کا خلقِ عظیم تھا جس کی وجہ سے عوام و خواص آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے آپ کو امین و صادق سمجھتے تھے چنانچہ ہم دیکھتے تھے کہ توحید اور حق و صداقت کے اثر سے کور ذوق، سیاہ باطن، باطل پرست عربوں کے دل نور ایمانی سے منور ہو گئے اور وہ حق و صداقت کے شیدائی بن گئے جنہیں مسلمان یا مومن کہتے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ کل کا جاہل و گنوار شخص آج مہذب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ منور میں اولادِ آدم کی بے پناہ محبت تھی اور یہ اس بے پایاں محبت کا اثر تھا کہ لوگوں کے دل خود بخود آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ وہ کفار جو آپ کے جانی

دشمن تھے جونہی آپ کے قریب آئے۔ آپ کے جاں نثار دوست بن گئے اور ہمیشہ کے لیے آپ ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن حکیم میں رحمۃ للعالمین کہا ہے۔ ان مباحث کی روشنی میں اگر ہم "خلق عظیم" کی ایک لفظ میں تعریف کرنا چاہیں تو "رحمۃ للعالمین" سے کر سکتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ آپ کا خلق عظیم آپکی "رحمۃ للعالمینی" ہی تھی۔

تعلیماتِ قرآن

اس انقلابِ عظیم کا دوسرا اہم سبب قرآنی تعلیم تھا۔ قرآن حکیم انسان کے سامنے ایک واضح مقصد رکھتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا اور اس کی مادی اور روحانی پروردگاری کرنے والا فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ لہذا انسانوں کا اگر کوئی معبود ہے تو صرف "وہی" ہے اگر ان کا کوئی حاکم ہے تو وہی ہے اور اگر ان کا کوئی رازق ہے تو وہی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر انسان نے کو کسی انسان کے سامنے سر نیاز تسلیم نہ کرنا ہوگا۔ چاہے وہ کتنا عظیم الشان انسان کیوں نہ ہو پھر اسے کسی سے اپنی حاجات کے لیے پکارنا نہ ہوگا چاہے وہ کتنی بزرگ ہستی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ شرک ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و ربوبیت سے انکار، یہ ہے قرآنِ حکیم کی تعلیم جس نے شرک و بت پرست عربوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ان میں انسان کی قدر و منزلت کا شعور بیدار ہو گیا۔ ان میں خدا تعالیٰ پر توکل اور اپنے آپ پر اعتماد پیدا ہو گیا۔ وہ خود اپنی نظروں میں محترم و معزز ہو گئے۔ جب ان میں احترام انسانیت کا شعور پیدا ہو گیا تو وہ دنیا کی نگاہوں میں بھی معزز و محترم بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اقوامِ عالم کی امامت انہیں دے دی یعنی وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اقوام عالم کے پیشوا اور ہادی بن گئے۔ دوسرے لفظوں میں وہ جاہل و مشرک قوم تمام دنیا کے لیے رحمت کی داعی بن گئی۔ نبی اکرم نے اپنی قوم کو قعرِ مذلت سے نکال کر بامِ عروج پر پہنچا دیا اور اسے تمام دنیا کی قوموں کا امام بنا دیا۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ یہ سب کچھ جو ہوا اس لیے ہوا کہ ایک تو آپ کے اخلاق حسنہ بہت عظیم و ارفع تھے اور دوسرے یہ کہ یہ قرآنی تعلیمات کا اعجاز تھا۔ اس کی مزید تشریح قرآن حکیم سے یہ ملتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا تزکیہ نفس کرتے اور انہیں حکمت سکھاتے تھے۔ ان دو نکتوں کی اب تشریح کی جاتی ہے۔

تزکیہ نفس

تزکیہ کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح پاک و صاف کرنا کہ اس میں حد کمال تک بڑھنے پھولنے اور

ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ مثال کے طور پر ایک پودا ہے جسے بیماری لگ گئی ہے اور اس کے ارد گرد خودرو بیلیں یا جڑی بوٹیاں اگ آئی ہیں جو اس کی خوراک کھا جاتی ہیں۔ ظاہر ہے اس سے اس پودے کی نشوونما رک جائے گی۔ اور وہ اپنا پھل نہ لا سکے گا اور عین ممکن ہے کہ وہ بیماری اور رکاوٹوں سے بن آئی موت بھی مر جائے۔ چنانچہ اس پودے کی بیماری کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس پر دوائی چھڑکی جاتی ہے۔ اس کے ارد گرد کے ماحول کو مضرت رساں بیلوں اور جڑی بوٹیوں سے صاف کیا جاتا ہے اور اسے پانی دیا جاتا ہے۔ اس علاج سے وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ اس میں پھر زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وہ نشوونما پانے لگتا ہے۔ اس صورت حال کو تزکیہ کہتے ہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے بیمار دلوں کا علاج کیا ان کے روحانی دکھوں کو دور کیا ان کے ذہنی اور روحانی ماحول کو جہالت و توہمات سے پاک وصاف کیا اور ان کو ذہنی اور روحانی طور پر اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ حد امکان تک ترقی کر سکیں۔

حکمت

تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عربوں کو جینے کا چلن بھی سکھایا۔ جسے قرآنِ حکیم نے اپنی اصطلاح میں حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ بادی النظر میں دیکھا جائے تو ہر شخص ہی زندگی گزارتا ہے لیکن جہالت سے زندگی گزارنے اور حکمت سے جینے میں بڑا فرق ہے حکمت دراصل حسین طریق سے زندگی بسر کرنے کا دوسرا نام ہے۔ جب انسان کے قول فعل میں حسن پیدا ہوتا ہے تو اس کی ہر بات دل کش ہو جاتی ہے اور انسان کے کردار میں ایک عجیب قسم کی جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے جب یہ بات ساری قوم میں پیدا ہو جائے۔ تو اس قوم کی تہذیب میں بھی حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے ثقافت کہتے کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکمت کے معنی اس کے وسیع تر مفہوم میں یہ ہیں کہ انسان بڑے مہذب اور حسین طریق سے زندگی بسر کرے۔

اُسوۂ حسنہ

بہر کیف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ انہوں نے عربوں کو ایک عظیم الشان ملت بنا دیا جن کی ثقافت اپنے حسن و زیبائی کی بنا پر دنیا بھر میں ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ اور جن کے علوم و فنون کی روشنی سے تمام دنیا مستفیض ہوتی تھی۔ یہ ہے حقیقی اسوۂ حسنہ۔ کیا آج ہم جاہل

(باقی بر صفحہ ۔۔)